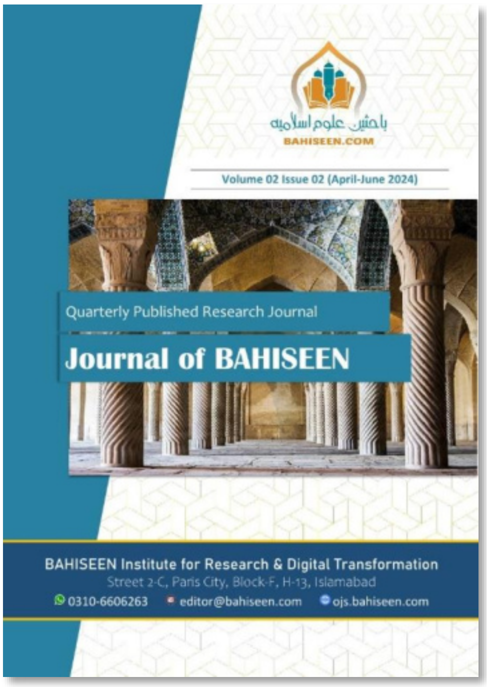

Title
Journal of BAHISEEN

Issue
Volume 02, Issue 02
April-June 2024
ISSN
ISSN (Online): 2959-4758
ISSN (Print): 2959-474X
Frequency
Quarterly
Copyright ©
Year: 2024
Type: CC-BY-NC
Availability
Open Access
Website
ojs.bahiseen.com
Email
editor@bahiseen.com
Contact
+923106606263
Publisher
BAHISEEN Institute for Research & Digital Transformation, Islamabad

تفسیر عمدۃ البیان کی روشنی میں دعوت نبوی کے خصائص: تجزیہ و تحقیق

Characteristics of Dawat-e-Nabawi in the Light of Tafsir-e-Umdat ul-Bayan: An Analytical Study

Suhail Ahmad Thaker
Ph.D. Scholar Department of Islamic Studies
International Islamic University Islamabad

Abstract:
This analytical study aims to explore the characteristics of Dawat-e-Nabawi (the Prophetic invitation to Islam) as discussed in the Tafsir-e-Umdat ul-Bayan. The study examines the Quranic verses and Hadith literature to identify the key features of the Prophetic invitation. The research also highlights the importance of Dawat-e-Nabawi in the context of Islamic teachings and the role of Prophet Muhammad (PBUH) in spreading the message of Islam. The study finds that Dawat-e-Nabawi is based on compassion, kindness, and inclusiveness, with an emphasis on conveying the message of Allah in a clear and effective manner. The research also notes that the Prophetic invitation aimed to establish justice, equality, and brotherhood in society. Overall, this study provides valuable insights into the characteristics of Dawat-e-Nabawi, offering a deeper understanding of the message of Islam and the teachings of the Prophet Muhammad (PBUH).

Keywords: Characteristics, Dawat-e-Nabawi, Tafsir-e-Umdat ul-Bayan, Message of Islam, Conveying message of Allah

نام و نسب

نام محمد اسحاق خان، کنیت ابو طاہر، نسبت المدنی ہے۔ والد کا نام سردار خان ولی خان اور دادا کا نام سردار نواب خان تھا۔ 1944ء کو آزاد کشمیر کے ضلع سدھنوتی کے علاقہ منگ کے ذیلی گاؤں "چھلاڑ گہل" میں پیدا ہوئے(1)۔ والدین کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا، مگر علم کا شوق قدرت کے فضل و کرم سے آپ کی طبیعت میں بطور خاص ودیعت فرمادیا گیا تھا، جس کی بنا پر آپ بچپن ہی سے سخت مشکلات اور مختلف قسم کے رکاوٹوں کے باوجود اس راہ میں برابر مشغول اور پورے عزم و استقلال سے کوشاں رہے۔ آپ مذہباً حنفی اور عقیدہ کے اعتبار سے اہل السنۃ والجماعۃ سے تھے(2)۔

ابتدائی تعلیم

مولانا مدنی نے تعلیم کی ابتداء اپنے آبائی علاقے کے گورنمنٹ مڈل سکول سے کی اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے چچا سے حاصل کی۔ اسی سکول سے آٹھویں جماعت اچھے نمبروں سے پاس کرنے کے بعد انہوں نے دینی تعلیم کی غرض سے دارالعلوم تعلیم القرآن آزاد کشمیر کا رخ کیا جو کہ آزاد کشمیر میں دینی تعلیم کے بڑے اداروں میں سے ایک ہے۔ اس وقت یہ ایک چھوٹا مدرسہ تھا اور انجمن تعلیم القرآن پلندری کے نام سے جانا جاتا تھا۔ چنانچہ شیخ المدنی نے پاکستان اور آزاد کشمیر کے مدارس کا مخصوص نصاب میں سے کچھ دینی کتب کے اسباق یہاں پڑھے اور دو سال کے بعد پاکستانی دینی تعلیم کے مشہور مدارس میں سے ایک مدرسہ خیر المدارس کا رخ کیا جہاں انہوں نے چار سال تک دینی تعلیم کو جاری رکھا۔ بعد ازاں آپ ۱۹۶۲ء میں نہ صرف کراچی بلکہ پاکستان کے بڑے دینی ادارے دارالعلوم بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا جہاں آپ نے کبار علمائے دین جن میں شیخ الحدیث علامہ محمد یوسف بنوریؒ، شیخ مفتی ولی حسن اور دیگر علماء سے استفادہ کیا۔ اس طرح آپ نے دارالعلوم بنوری ٹاؤن سے ۱۹۶۴ء میں اچھے نمبروں کے ساتھ سند فراغت حاصل کی۔ ابھی علم کی پیاس بجھی نہیں تھی اس لیے شیخ المدنی نے مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کے زیر سایہ فقہ و افتاء میں تخصص کی غرض سے دارالعلوم اسلامیہ کراچی میں داخلہ لیا(3)۔

چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے آپ نے مقامی مڈل سکول (جو کہ اب ڈگری کالج بن چکا ہے،) میں داخلہ لیا، جہاں آپ نے پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں کا امتحان چند ماہ میں پاس کر کے تیسری جماعت میں داخلہ لے لیا، اور اس سکول میں تعلیم کے دوران آپ بعد کی جماعتوں اور مختلف مراحل میں امتیازی پوزیشن میں کامیابی حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے اسی سکول میں ۱۹۵۷ء میں مڈل کا امتحان بورڈ کے تحت امتیازی پوزیشن میں پاس کیا، اور اپنے سب ساتھیوں سے فائق اور ممتاز رہے، جو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم تھا جس سے آپ کو بطور خاص نوازا اور سرفراز فرمایا گیا تھا۔

دینی تعلیم کا آغاز

آپ نے مڈل کا امتحان دیتے ہی دینی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۵۷ء کے اوائل میں دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر میں داخلہ لے لیا، جو اس زمانے میں "انجمن تعلیم القرآن" کے نام سے ایک ابتدائی سطح کا دینی مدرسہ تھا، جہاں آپ نے شیخ المشائخ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے، جن کی آپ پر خصوصی توجہ اور خاص نظر عنایت شروع ہی سے مبذول تھی، اور اصل میں ان ہی کی ترغیب و تحریص سے آپ نے سکول کی تعلیم سے رُخ موڑ کر دینی علوم کے حصول کی طرف رُخ کیا، اور دارالعلوم تعلیم القرآن میں داخلہ لیا، اور ابتدائی کتابیں بھی آپ نے انہی سے پڑھیں، اور سنہ ۱۹۵۷ء اور سنہ ۱۹۵۸ء کے دو سال وہیں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے پنجاب پاکستان کا رخ کیا، اور سنہ ۱۹۵۹ء کے اوائل میں ملک کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا، جو اس زمانے میں "مدرسہ خیر المدارس" کے نام سے شہرت رکھنے والی ایک اہم اور امتیازی شان کی دینی درسگاہ تھی

مدینہ یونیورسٹی میں باقاعدہ داخلہ

پھر ابتدائی ضروری کارروائی کی تکمیل کے بعد جب آپ کو مدینہ یونیورسٹی میں باقاعدہ طور پر داخلہ مل گیا، تو آپ کو کلیۃ الشریعۃ یعنی شریعت فیکلٹی میں داخلہ دیا گیا، جو کہ اس یونیورسٹی کا سب سے اہم اور معتبر کالج سمجھا جاتا ہے، اور جس کی سند کو نسبتاً دوسرے کلیات کی اسناد پر خاص فوقیت حاصل ہے، اس میں آپ نے چار سال تک مسلسل تعلیم حاصل کی۔ (4)۔

امارات کے اسلامی مرکز کی رکنیت

مدینہ یونیورسٹی میں امتیازی پوزیشن سے فراغت کے بعد آپ کو سعودی حکومت کی طرف سے دینی خدمات کی انجام دہی کے لئے منتخب کیا گیا، اور اس کے لئے آپ سے رائے لی گئی اور آپ سے پوچھا گیا کہ آپ دعوت و تبلیغ کی خدمت کے لئے دنیا کے کس ملک میں جانا پسند کریں گے؟ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میرا پہلا انتخاب متحدہ عرب امارات ہے، اور یہ انتخاب آپ نے دو وجہ سے کیا، ایک تو اس لئے کہ یہ عرب ملک ہے، اور عرب ملک اور عرب ماحول رہنا آپ کو طبعی طور پر پسند تھا، اور دوسرا اس لئے کہ یہ اپنے ملک پاکستان سے بہت قریب ہے، کہ سمندر کے اِس کنارے پر پاکستان ہے، اور اُس کنارے متحدہ عرب امارات، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر میرا دوسرا انتخاب یورپ ہے، تاکہ وہاں میں تبلیغ کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کر سکوں، تو آپ کے پہلے انتخاب کے مطابق آپ کو سعودی حکومت کی طرف سے مرکز الدعوۃ والارشاد (اسلامک کال اینڈ گائڈنس سنٹر) دبی متحدہ عرب امارات کا رکن مقرر کر دیا گیا، جہاں آپ نے کم و بیش پینتیس (۳۵) برس تک مختلف النوع دینی اور علمی خدمات انجام دیں، اور اہلِ زیغ و ضلال کے تعاقب کے سلسلہ میں بھی آپ نے بڑے عظیم الشان معرکے سر کئے، جو ایک الگ اور مستقل داستان ہے، جو بڑی تفصیل کی متقاضی ہے، اور آپ نے تفسیر کے

اس عظیم الشان اور جلیل القدر کام کا زیادہ تر حصہ بھی وہیں، اور اسی دور میں مکمل کیا جو کہ ظاہر ہے کہ ایک انتہائی مقدس اور تاریخی کارنامہ ہے، جس سے قدرت نے اپنی فیاضیوں سے آپ کو نوازا، اور دبی کے پُر سکون ماحول، اور اس عظیم کام کے لئے درکار ضروری وسائل سے بھی قدرت نے آپ کو سر فراز فرمادیا۔(5)

مسجد نبوی ﷺ میں درسِ قرآن

حصول علم کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران حصول علم کے ساتھ ساتھ انہیں مسجد نبوی میں نماز مغرب سے نماز عشاء تک درس قرآن کی سعادت حاصل رہی۔ چنانچہ اس سعادت کی بابت فرماتے ہیں:

"شام کو روزانہ نماز مغرب سے نماز عشاء تک مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الف الف التحیۃ والسلام، میں درس قرآن دیا کرتے تھے، یہ حلقہ درس جو اردو زبان میں ہوتا تھا اور باب الرحمۃ کے قریب باب السعود کے پاس منعقد ہوتا تھا اس میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ سے تعلق رکھنے والے اردو بولنے اور جاننے والے کافی لوگ شریک و شامل ہوا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کافی مقبول حلقہ ہوتا تھا"(6)۔

نامور اساتذہ و مشائخ

آپ کے نامور اساتذہ کرام درج ذیل ہیں: شیخ ابو بکر الجزائری، شیخ محمود طحان، شیخ عطیہ محمد سالمؒ، شیخ عبد الغفار حسنؒ، شیخ مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، شیخ مفتی محمد شفیعؒ، شیخ یوسف بنوریؒ، محمد شریف کشمیریؒ، مولانا خیر محمدؒ، قاری رحیم بخشؒ و دیگر۔

بعثت نبوی کے مقاصد

انبیائے کرام کی بعثت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم سے شروع ہوا، وہ حضرت محمد ﷺ پر آکر ختم ہو گیا۔ آپ سے قبل آنے والے انبیائے کرام محدود وقت، مخصوص قوم اور زمانہ کے لیے آتے تھے۔ مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ کو آخری کتاب ودیعت کی گئی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی ہونے کا اعزاز بخشا ۔اس آخری باب میں ہم حضرت محمد ﷺ کی آفاقی دعوت کو بیان کریں گے تاکہ داعی کے لیے فریضہ نبوت کے اس منصب کو امت تک پہنچانے میں مدد مل سکے۔ آپ کی نبوت قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہے ۔ آپ کے بعد نہ نیا نبی مبعوث ہو سکتا ہے، نہ شریعت آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے آپ کی ہر ہر ادا کو محفوظ رکھا ہے۔ آپ کے وصال کے بعد امت کو کار نبوت سپرد کیا گیا ہے۔ آپ کی امت قیامت تک اسی کار نبوت کو سرانجام دیتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اس لیے آپ کی بعثت کے مقاصد جو بیان کیے گے، وہ درج ذیل تھے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (7)

(بیشک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے)

نبی کے بشر اور انسانوں میں سے ہی ہونے کو اللہ تعالیٰ ایک احسان کے طور پر بیان کر رہا ہے اور فی الواقع یہ احسان عظیم ہے کہ اس طرح ایک تو وہ اپنی قوم کی زبان اور لہجے میں ہی اللہ کا پیغام پہنچائے گا جسے سمجھنا ہر شخص کے لئے آسان ہو گا دوسرے لوگ ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس سے مانوس اور قریب ہونگے۔ تیسرے انسان کے لئے انسان یعنی بشر کی پیروی تو ممکن ہے لیکن فرشتوں کی پیروی اس کے بس کی بات نہیں اور نہ فرشتہ انسان کے وجدان و شعور کی گہرائیوں اور باریکیوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر پیغمبر فرشتوں میں سے ہوتے تو وہ ان ساری خوبیوں سے محروم ہوتے جو تبلیغ و دعوت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس لئے جتنے بھی انبیاء آئے ہیں سب کے سب بشر ہی تھے۔ قرآن نے ان کی بشریت کو خوب کھول کر بیان کیا ہے۔ اگر ہم آپ ﷺ کی دعوت کے آفاقی پہلو کو دیکھیں تو آپ کی دعوت میں وہ جملہ اوصاف موجود ہیں جو ایک داعی میں پائے جانے ضروری ہیں۔ آپ نے جس حکیمانہ انداز اور طریقے کو آختیار کیا، وہ امت کے لوگوں کے لیے عظیم نمونہ ہے۔ آپ کی دعوت کے مراحل درج ذیل تھے۔

قریبی رشتہ داروں کو دعوت

فریضہ نبوت کی ادائیگی کا کام آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام کی دعوت دی گئی وہ یہی تھی۔ قبل ازیں آپ ﷺ غار حراء میں جا کر عبادت کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں تنہائی کو ڈال دیا تھا۔ آپ ﷺ ایسے حالات میں غار کی تنہائی میں جا کر اپنے رب کی یاد میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آن پہنچا جب آپ کو فریضہ نبوت سونپا گیا۔ اس کے ساتھ آپ کو رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے کی ذمہ داری بھی دی گئی۔

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (8)(اپنے قریبی رشتہ والوں کو ڈرادے)

پیغمبر کی دعوت صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں، بلکہ پوری قوم کے لئے ہوتی ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو پوری نسل انسانی کے لئے ہادی اور رہبر بن کر آئے تھے۔ قریبی رشتہ داروں کو دعوت ایمان، دعوت عام کے منافی نہیں، بلکہ اسی کا ایک حصہ یا اس کا ترجیحی پہلو ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سب سے پہلے اپنے باپ آزر کو توحید کی دعوت

دی تھی۔ اس حکم کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور یَا صَبَاحَا کہہ کر آواز دی۔ یہ کلمہ اس وقت بولا جاتا ہے جب دشمن اچانک حملہ کر دے، اس کے ذریعہ سے قوم کو خبر دار کیا جاتا ہے۔ یہ کلمہ سن کر لوگ جمع ہو گئے، آپ نے قریش کے مختلف قبیلوں کے نام لے لے کر فرمایا، بتلاؤ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کی پشت پر دشمن کا لشکر موجود ہے جو تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے، تو کیا تم مانو گے؟ سب نے کہا ہاں، یقیناً ہم تصدیق کریں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے نذیر بنا کر بھیجا ہے، میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، اس پر ابو لہب نے کہا، تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے بلایا تھا؟ اس کے جواب میں یہ سورۃ تبت نازل ہوئی (صحیح بخاری) آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہ کو بھی فرمایا تم اللہ کے ہاں بچاؤ کا بندوبست کر لو میں وہاں تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مدنیؒ نے فرمایا:

"ارشاد فرمایا گیا کہ خبر دار کرو اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو یعنی اس دعوت حق کا آغاز سب سے پہلے اپنے گھرانے سے کرو تاکہ یہ امر دوسروں کے لئے نمونہ اور درس ہو چنانچہ صحیح حدیت کے مطابق اس حکم کے بعد آنحضرت ﷺ نے سب کو ایک ایک کر کے پکارا اور خبر دار فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا" اے قریش والو! بچاؤ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا، اے عبد مناف کی اولاد، اے عباس بن عبد المطلب، اے اللہ کے رسول ﷺ کی پھوپھی صفیہ، اپنے آپکو اللہ کے عذاب سے بچانے کی فکر کرو، میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا یہاں تک کہ اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزھراء کو فرمایا کہ دنیاوی مال و دولت میں سے جو چاہو مجھ سے مانگو جہاں تک ہو سکا میں تم کو دوں گا لیکن آخرت میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا لہذا آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی خود فکر کرو۔[9]

اہل مکہ کو دعوت

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ابتداء اپنے خاندان کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا اور بعد ازاں اہل مکہ کو دعوت دینے کا حکم دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ [10]

(اس طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو خبر دار کر دیں اور جمع ہونے کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ڈرا دیں۔ ایک گروہ جنت میں ہو گا اور ایک گروہ جہنم میں ہو گا)

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوے مولانا مدنیؒ لکھتے ہیں:

"ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ خبر دار کریں بستیوں کے مرکز مکہ مکرمہ کے باشندوں کو اور ان سب کو بھی جو اس کے ارد گرد پھیلے ہوئے ہیں۔ کہ اس کتاب کامل کی ہدایت اور آپ ﷺ کی رسالت تمام دنیا جہاں اور بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ سو عالمی دین صرف دین اسلام ہے اور عالمی دعوت صرف اسی دین حق کی دعوت ہے جو قیامت تک کے سب انسانوں اور سب زمانوں کے لئے ہے۔ یہ دعوت عام حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں براہ راست آپ ﷺ کے ذریعے دی گئی اور آپ ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری آپ ﷺ کی امت پر ڈالی گئی"۔([11])

پیغمبر کا کام انذار اور تبشیر

انبیاء اور رسل کا کام قوموں کو ہدایت کی راہ دکھانا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ فرمانبر داروں کو اللہ تعالیٰ کی جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور نافرمانوں کو عذاب الہی سے ڈراتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں بے شک اس راستے میں انھیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاے۔ ان کی زندگیوں کا بنیادی مقصد انذار اور تبشیر ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ([12])

(ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے)

مولانا مدنیؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے تو آپ ﷺ کو صرف بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس جب آپ ﷺ ہمارے فرستادہ اور رسول ﷺ ہیں تو جو لوگ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل ہمارے حکم و ارشاد کے منکر ہیں۔ اور جب ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے معبوث فرمایا ہے تو پھر جو لوگ اس کے بعد بھی دوسرے کسی اور دین کی تبلیغ کرتے اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہیں وہ پکے گمراہ اور پرلے درجے کے فسادی ہیں۔ اور جب ہم نے آپ ﷺ کو محض بشیر و نذیر بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ دعوت حق کو قبول کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں اور منکروں کو خبر دار کریں کہ آپ ﷺ کا کام تو صرف انذار اور تبشیر ہے بس"([13])

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت عامہ کا بیان فرمایا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پوری نسل انسانیت کا ہادی اور رہنما بنا کر بھیجا گیا ہے۔ دوسرا، یہ بیان فرمایا کہ اکثر لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خواہش اور کوشش کے باوجود ایمان سے محروم رہیں گے۔ ان دونوں باتوں کی وضاحت اور بھی دوسرے مقامات پر فرمائی ہے۔ مثلاً آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کے ضمن میں فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾[14]

ایک حدیث میں ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا' مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ا۔ مہینے کی مسافت پر دشمن کے دل میں میری دھاک بٹھانے میں میری مدد فرمائی گئی ہے۔ ۲۔ تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور پاک ہے، جہاں بھی نماز کا وقت آجائے، میری امت وہاں نماز ادا کردے۔ مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا، جو مجھ سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں تھا۔ ۴۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ ۵۔ پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، مجھے کائنات کے تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے (صحیح بخاری صحیح مسلم، کتاب المساجد) احمر اسود سے مراد بعض نے جن وانس اور بعض نے عرب وعجم لیے ہیں امام ابن کثیر فرماتے ہیں دونوں ہی معنی صحیح ہیں۔

اسی طرح اکثر کی بے علمی اور گمراہی کی وضاحت فرمائی ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾6۔ الانعام :116) اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کے پیچھے چلیں گے تو وہ آپ کو گمراہ کر دیں گے جس کا مطلب یہی ہوا کہ اکثریت گمراہوں کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی خصوصیات

مقالہ کی ابتداء میں داعی کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک وصف لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور انھیں شگفتہ مزاجی سے سمجھانا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو نصیحت کی ہے کہ تم لوگوں کو نرمی سے نصیحت کیا کرو۔ اگر آپ کے لہجے میں نرمی نہ ہو گی تو لوگ آپ سے بھی دور ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾[15]

(اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے سو آپ ان سے درگزر کریں اور (۱) ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں (۲) پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں (۳) بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

مولانا مدنیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کی بناء پر آپ ﷺ ان کے لئے نرم ہو گئے ورنہ آپ ﷺ اگر کہیں تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ کبھی کے آپ کے پاس سے چھٹ گئے ہوتے کہ تند خوئی اور سنگدلی کا طبعی نتیجہ اور لازمی اثر بہر حال یہی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تند خوئی و سنگدلی کی خصلت کس قدر نفرت و دوری پیدا کرنے والی خصلت ہے اور جب نبی اکرم ﷺ کی بے نظیر ہستی اور بے مثال شخصیت کے لئے بھی اس خصلت کا یہ اثر و نتیجہ ہے تو پھر دوسروں کے بارے میں کہنا ہی کیا ہے "([16])

بعثت پیغمبر جہانوں کے لیے

حضرت محمد ﷺ کی آمد سے قبل انبیاء محدود وقت اور مخصوص مدت و قوم کے لیے آتے تھے۔ آپ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہانوں کے لیے نبی بنایا ہے۔ آپ کی نبوت شرق و غرب، شمال و جنوب کے لیے ہے۔ آپ امت کی ہدایت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ کو جہانوں کی رحمت دے کر بھیجا گیا ہے۔ آپ قوموں کے ساتھ دنیا کی ہر مخلوق کے لیے رحمت کے پیغمبر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿﴾ ([17])

(اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

اس کی توضیح مولانا مدنی یوں کرتے ہیں:

"امام الانبیاء کی بعثت و تشریف آوری سب دنیا جہاں کے لئے رحمت ہے کہ جو دین و پیغام آپ کے ذریعے دنیا کو بخشا گیا ہے اس میں پوری نوع انسانیت کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی اور حقیقی کامیابی اور فوز و فلاح کا راز مضمر ہے۔ پس جو آپ ﷺ کے لئے ہوئے پیغام حق و صداقت پر صدق دل سے ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو اس کے مقدس سانچے میں ڈھال لیا وہ تو حقیقی سعادت اور دائمی کامیابی سے ہمکنار ہو گئے اور ان کو دارین کی سعادت و سرخروئی نصیب ہو گی"۔([18])

اسمائے مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو عالی مرتبہ عطا فرمایا، اس کا اظہار آپ ﷺ کے اسمائے گرامی سے بھی ہوتا ہے۔ اہل عرب کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ جس چیز میں اوصاف دیکھتے تھے۔ ان اوصاف کو اس آدمی کا نام بنا دیا کرتے تھے۔ فرمان نبوی ہے:

"ان لی اسماء انا محمد ، و انا احمد و انا حاشر الذی یحشرالناس علی قدمی"(19)

(میرے کئی نام ہیں َمیں محمد ہوں میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں، لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا)

مکارم اخلاق کی عمدہ تعلیم کا ایک نہایت جامع نمونہ

دنیا بھر میں پیدا ہونے والی مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا۔ انسانیت کی تعلیم ہی آپ ﷺ کا مشن تھی۔ آپ امت کے لیے معلم بن کر تشریف لائے اور فی الحقیقت آپ نے اس تعلیم کا حق ادا کیا۔ فرمان نبوی ہے:

"انما بعثت معلما"(20)

بلاشبہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے لوگ اسلام میں داخل ہوتے تھے اور ان اخلاق کی برکت سے آپ کے دشمن بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جملہ اوصاف کا جامع بنایا تھا۔ آپ کے مکارم اخلاق کی وضاحت کرتے ہوئے خالق کائنات فرماتے ہیں:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (21)

مولانا مدنیؒ لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ کے ذریعے مکارم اخلاق کی نہایت عمدہ، مختصر، جامع اور موثر تعلیم دی گئی جو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کو توسط سے آپ ﷺ کی امت کو دی جا رہی ہے۔ خاص کر ان حضرات کو جو دعوت الی اللہ کے عظیم کام میں مشغول ہوں۔ اگر امت مسلمہ اسی ایک ارشاد کو اپنا لے تو معاشرتی بگاڑ ختم ہو سکتا ہے اور معاشرے میں انقلاب آفریں تبدیلی آسکتی ہے"(22)۔

بعض علماء نے اس کے معنی کئے ہیں 'ضرورت سے زائد مال ہو، وہ لے لو' اور یہ زکوٰۃ کی فضیلت سے قبل کا حکم ہے، لیکن دوسرے مفسرین نے اس سے اخلاقی ہدایت یعنی عفو و درگزر مراد لیا ہے اور امام بن جری اور امام بخاری وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے، چنانچہ امام بخاری نے اس کی تفسیر میں حضرت عمر کا واقعہ نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر تنقید کرنے لگے کہ آپ زکوٰۃ میں نہ پوری عطاء دیتے ہیں اور نہ ہمارے درمیان انصاف کرتے ہیں جس پر

حضرت عمر غضب ناک ہوئے یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمر کے مشیر حر بن قیس نے (جو عیینہ کے بھتیجے تھے) حضرت عمر سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم فرمایا تھا (درگزر اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے پرہیز کیجیئے' اور یہ بھی جاہلوں میں سے ہے۔' جس پر حضرت عمر نے درگزر فرمایا اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں ظلم کے مقابلے میں معاف کر دینے، قطع رحمی کے مقابلے میں صلہ رحمی اور برائی کے بدلے احسان کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ عُرُف، سے مراد معروف یعنی نیکی ہے۔ یعنی جب آپ نیکی کا حکم دینے میں اتمام حجت کر چکیں اور پھر بھی وہ نہ مانیں تو ان سے اعراض فرمالیں اور ان کے جھگڑوں اور حماقتوں کا جواب نہ دیں۔

آپ کی نبوت ورسالت کسی علاقے کے لیے خاص نہ تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخری کتاب دے کر مبعوث فرمایا۔ ارشاد نبوی ہے:

"كان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس خاصة"[23]

(انبیائے کرام کو خاص قوموں کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ میں ساری انسانیت کے لیے بھیجا گیا ہوں)

نبی کریم ﷺ کی دعوتی مشکلات

1۔ حضور ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ

حضور ﷺ کی نبوت سے خائف بت پرست جب آپ کی تعلیم کے سامنے عاجز آگئے اور انھوں نے اپنے بتوں کی بے بسی کو محسوس کر لیا تو انھوں نے آپ ﷺ کا دین قبول کرنے کے بجاے مختلف سازشیں اور حیلے بہانے کرنے شروع کر دیے۔ انھوں نے دار الندویٰ میں ایک مجلس منعقد کرای۔ جس کی صدارت شیطان نے کی۔ مجلس کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ دین محمدی کو کس طرح سے روکا جاے۔ اس پر عرب کے نامور دانشوروں نے قید کرنے یا قتل کرنے کا مشورہ دیا۔

اسی مشورے کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

﴿وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕوَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕوَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ﴾ [24]

اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مدنیؒ نے فرمایا:

"ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اپنی چالیں چل رہے تھے اور البتہ اپنی چال چل رہا تھا۔ اور اللہ کی چال ہی سب سے زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ ان کے مکر و فریب کے توڑ کے لئے مگر اس کی یہ چال چونکہ اس کے قانون فطرت و قدرت کے مطابق ایسی محکم و متین ہوتی ہے کہ مخالف اس کو سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کفار مکہ چونکہ

حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کر چکے تھے (نعوذ باللہ) جس کے لئے انہوں نے دارالندوہ میں ایک اہم مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا۔ اور وہ حق کو مٹانا چاہتے تھے مگر جب وہ یہ چال چل رہے تھے تو اللہ بھی ان کے مقابلے میں تدبیر کر چکا تھا جس کا ان کو ادراک نہ تھا "۔([25])

حضور ﷺ کے دعوتی خطوط

رسول اللہ ﷺ نے جب سات ہجری میں دعوتی خطوط لکھے تو مختلف بادشاہوں کے نام آپ نے خطوط جاری کرائے۔ ان میں ایران کے بادشاہ کسریٰ اور روم کی سلطنت کے سربراہ قیصر کو بھی خط لکھا۔ خط کا متن یوں تھا:

من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم ، سلام على من اتبع الهدىٰ ۔ اما بعد فانى ادعوک بدعاية الاسلام ۔ اسلم تسلم ، يعطک الله اجرک مرتين۔ فان توليت فان عليک اثم الاريسين ۔وياهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولانشرک به شياء ولا نتخذ بعضنا اربابا من دون الله ۔فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون([26])

حضور ﷺ کا استہزا اور حوصلہ شکنی

تبلیغ محمدی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا ایک منطقی طریقہ آپ ﷺ کا استہزاء اور آپ کی حوصلہ شکنی کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سب امور سے صرف نظر کرتے ہوئے لوگوں کو دعوت جاری رکھی۔ عرب کے لوگوں نے آپ کو مجنون اور دیوانہ تک کہا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ([27])

انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے یقیناً تو تو کوئی دیوانہ ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مدنی نے لکھا:

"ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس پر یہ زکر اتارا گیا ہے یقیناً تو پرلے درجے کا دیوانہ ہے (العیاذ باللہ) جو کہ مذاق و استہزا کے طور پر تھا اس سے ان بد بختوں کے اس مزاح و استہزاء کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے۔ اس طرح ان لوگوں نے اپنی ذلت میں اضافے اور اپنی سیاہ بختی کو مزید پختہ کرنے کا سامان کیا کہ آسمان پر تھوکا جو خود تھوکنے والے انسان کے اپنے ہی منہ پر آ لگتا اور حق اور داعی حق کی جناب میں گستاخی کا نتیجہ دولت حق و ہدایت سے محرومی میں اضافہ ہے"([28])۔

﴿وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ([29])

(یعنی انہی کی طرح کا ایک انسان رسول کس طرح بن گیا)

مولانا مدنی لکھتے ہیں:

" انہوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا جو انہی کی طرح ایک بشر ہے۔ ایک انسان و بشر کو نبی و رسول بنایا گیا تا کہ وہ ان کی زندگی کے ہر دائرے میں عملی نمونہ دکھا سکیمگر اس پر ان لوگوں نے خوش ہونے کے بجائے الٹا اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ اعتراضات کئے اور بگڑ کر کہنے لگے کہ ایک بشر نبی رسول کیونکہ ہو سکتا ہے۔ پس انہوں نے نبوت کا انکار کر دیا"([30])

﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَوَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾([31])

(اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے)

اس کی تشریح مولانا مدنی یوں کرتے ہیں:

" یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص پکا دیوانہ ہے۔ یعنی محمد ﷺ جنہوں نے دنیا کے سامنے اس کتاب حق و ہدایت اور نور مبین کو پیش فرمایا مگر ان بد بختوں کا آپ ﷺ کے بارے میں کہنا تھا کہ یہ شخص ایسی ایسی باتیں کہتا ہے جو ہماری عقل میں آنے والی نہیں ہیں۔ یہ لوگ جب قرآن سنتے ہیں تو آپ ﷺ کی طرف اس طرح گھورتے اور ایسی تیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں جس سے یوں لگتا ہے کہ یہ اپنی ان تیز نگاہوں کے زور سے آپ ﷺ کو آپ کے مقام سے پھسلا دیں گے "۔([32])

یعنی اگر تجھے اللہ کی حمائت و حفاظت نہ ہوتی تو کفار کی حاسدانہ نظروں سے نظر بد کا شکار ہو جانا یعنی ان کی نظر تمہیں لگ جاتی۔ چنانچہ امام ابن کثیر نے یہ مفہوم بیان کیا، مذید لکھتے ہیں 'یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا دوسروں پر، اللہ کے حکم سے، اثر انداز ہونا، حق ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث میں اس سے بچنے کے لیے دعائیں بھی بیان کی گئی ہیں اور یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ جب تمہیں کوئی چیز اچھی لگے تو ماشاء اللہ یا بارک اللہ کہا کرو تا کہ اسے نظر نہ لگے۔ یعنی حسد کے طور پر بھی اور اس غرض سے بھی کہ لوگ اس قرآن سے متاثر نہ ہوں بلکہ اس سے دور ہی رہیں آنکھوں کے ذریعے سے بھی یہ کفار نبی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اور زبانوں سے بھی آپ کو دیوانہ کہہ کر ایذاء پہنچاتے اور آپ کے دل کو مجروح کرتے۔([33])

کفار کے اس معاندانہ رویے کے باوجود آپ ﷺ انھیں دعا دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر جب کفار نے پتھر مارے، آپ نے انھیں تب بھی دعائیں دیں۔ اور فرمایا

﴿"رب اغفر لقومی فانهم لا یعلمون "(34)

اگر تم لوگوں کو ان پر نازل کی جانے والی اس وحی کے بارے میں کسی بھی طرح کا کوئی شک ہو کہ یہ ہماری طرف سے نازل کردہ ہے، یا ان کی خود ساختہ اور اس میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ سب حق اور سچ ہے کہ نہیں، تو تمہارے لئے یہ چیلنج ہے کہ ایک چھوٹی سی سورت بنالاؤ۔ مگر تم لوگ نہیں لاسکتے۔ یہ قرآن حکیم کا ایسا عظیم الشان اور بے مثال چیلنج ہے جس کی دوسری کوئی مثال نہ اس سے پہلے کبھی پائی گئی اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی پائی جانی ممکن ہے۔ تو پھر اس سے بڑھ کر اس کتاب کی صداقت و حقانیت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور فرمایا گیا کہ اپنے سب حمایتیوں کو جن کا تمہیں بڑا زعم اور گھمنڈ ہے، ان سب کو بلاؤ پھر تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کیا یہ قرآن کسی بشر کا کلام ہو سکتا ہے۔ اور اگر تم سچے ہو اپنی ان باتوں میں اور قرآن پاک کی صداقت و حقانیت پر اپنے اس طرح کے شکوک و شبہات اور اشکالات و اعتراضات میں سو یہ ایک نہایت موثر اور واضح طریقہ ہے تمہارے شکوک و شبہات کے ازالہ اور ہر طرح کے تردد کے خاتمے کے لئے اور اس کے بعد حق و صداقت سب کے سامنے پوری طرح واضح ہو جائے گی۔

خلاصہ تحقیق

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اور انسان اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ مخلوق ہے۔ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ انسانوں کو راہ راست پر لائیں۔ اس کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے انسانیت کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موعظہ حسنہ کے ذریعے ایسے لوگوں کو دعوت دی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں حق کی دعوت لوگوں تک پہنچ گئی اور انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیم تھی کہ ایک مرتبہ آپ کو سننے والا شخص آپ کا پیغام قبول کر لیتا تھا۔ اس وقت دنیا میں دعوت کا یہ عمل آب و تاب سے جاری ہے۔ عالمی مبلغین خود اسی فریضہ نبوت کو لے کر دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہے ہیں۔

زیر نظر مقالہ عمدۃ البیان کی روشنی میں انبیائے کرام کی دعوت پر مبنی ہے۔ اس مقالہ میں ہم نے پیغمبروں کی دعوت کو اس مقالہ میں پیش کیا تاکہ انبیاء کی دعوت کا منہج اور اسلوب معلوم کر کے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا جاسکے اور جو شخص کتاب و سنت سے ان طریقوں کو جانے، اسے دعوت کی راہ میں استقامت حاصل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہد مسلسل سے دعوت کو جاری رکھ سکے۔

دعوت انبیائے کرام کا وہ عظیم فریضہ ہے، جو انھیں زندگی میں بہت سی پریشانیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں سے دوچار کرتا رہا، مگر اس کے باوجود انبیاء نے دعوت سے کبھی انحراف نہ کیا۔ انھوں نے دعوت کی راہ میں آنے والی پریشانیوں اور مصائب وآلام کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ ظلم وستم کو سہتے رہے۔ کفر کی ریشہ دوانیوں سے انھوں نے اعراض کیا، مگر اپنی منزل کی جانب بڑھنے سے کبھی انحراف نہیں کیا۔

انبیائے کرام میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت صالح، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ علیہم السلام اور دیگر انبیاء ان لوگوں میں سے ہیں جن کے دنیا میں آنے کے کوئی دنیاوی مقاصد نہ تھے۔ ان کی بعثت کا مقصد ہی صرف اللہ تعالیٰ سے منحرف ہونے والی انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے دن رات کوشاں رہتے۔ لوگوں کو شرک اور بت پرستی سے بچانے کے لیے انھوں نے جس طرح کوششیں کیں، یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو قتل کرنے کی دھمکیاں، بعض کو جلاوطنی کی سزائیں، بعض کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ علاقائی وڈیروں اور سرغنوں کو جب اپنی سرداری کے جانے کا خوف ہوتا تو وہ لوگوں کو انبیائے کرام کے خلاف بھڑکاتے۔ ان کا مقصد انبیاء کے ہاتھوں چھن جانے والی سرداری کو بچانا ہوتا تھا۔ وہ ظلم کی چکی میں انسانیت کو یرغمال بنائے رکھتے۔ انھوں نے انبیائے کرام پر جس طرح کے تشدد کو روا رکھا، یقیناوہ انسانیت کی تاریخ کا بدنما پہلو ہے۔ مگر انبیاء نے دعوت کو کسی صورت میں نہ روکا۔ وہ شاہراہ دعوت پر گامزن رہے اور انسانیت کو راہ راست کی طرف بلاتے رہے۔

نتائج تحقیق

مقالہ ہذا سے حاصل ہونے والے تحقیقی نتائج حسب ذیل ہیں:

1۔ دعوت و تبلیغ سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ ہر دور میں اسلام کے فروغ کا موثر زریعہ دعوت ہی رہا ہے۔

2۔ انبیائے کرام کی دعوت اخلاص پر مبنی تھی۔ وہ بلاخوف وخطر اس دعوت کے راستے پر گامزن رہے۔ انھوں نے بلاخوف وخطر دعوت کے فریضے کو جاری رکھا، حتیٰ کہ اس راستے میں بعض انبیاء کو شہید بھی کر دیا گیا۔

3۔ دعوت دین استقامت کا تقاضہ کرتا ہے۔ اس راستے میں انبیاء کرام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آنے والی رکاوٹوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ہوگا۔

4۔ اپنے قول فعل اور عمل سے دعوت کی تصدیق ضروری ہے۔ داعیان دین جب قول اور فعل میں تضاد پیش کر دیں گے تو دعوت غیر موثر ہو گی۔

5۔ داعی کی صفت یہ ہے کہ وہ معاف کرنے والا ہو۔ درگزر دعوت کا وہ حسن ہے، جس کی وجہ دعوت زیادہ موثر ہو سکتی ہے۔

6۔ انبیائے کرام کی دعوت کی بنیاد توحید پر قائم تھی۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھی اقوام کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دے۔ وہ تقویٰ اور اطاعت کا درس دے۔ ذاتی اغراض کے لیے دی جانے والی دعوت غیر موثر ہوتی ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ نعمت قرآن اور اس کے تقاضے، محمد اسحاق خان المدنی، ص:87,راولپنڈی: ایس پی پرنٹرز، ط: .2007

[2]۔ ایضاً، ص98

[3]۔ نعمت قرآن اور اس کے تقاضے، محمد اسحاق خان المدنی ، ص:۹۱۔

[4]۔ نعمت قرآن اور اس کے تقاضے، ص91

[5]۔ نعمت قرآن اور اس کے تقاضے، ص92

[6]۔۔ نعمت قرآن اور اس کے تقاضے۔ ص 93

[7]۔ آل عمران:164

[8]۔ سورۃ الشعراء:214

[9]۔ عمدۃ البیان، ج3، ص310

[10]۔ سورۃ الشوریٰ:7

[11]۔ عمدۃ البیان، ج5، ص786

[12]۔ سورۃ سباء:28

[13]۔ عمدۃ البیان، ج5، ص316

[14]۔ سورۃ الاعراف:158

[15]۔ سورۃ آل عمران:159

[16]۔ عمدۃ البیان، ج1، ص663

[17]۔ سورۃ الانبیاء:107

[18]۔ عمدۃ البیان، ج4، ص264

[19]۔ صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، کتاب الفضائل، ج2، ص261

[20]۔ سنن ابن ماجہ، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، کتاب العلم، باب فضل العلم، رقم الحدیث 231

[21]۔ سورۃ اعراف:199

[22]۔ عمدۃ البیان، ج2، ص570

[23]۔ الجامع الصحیح البخاری، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، ابواب المساجد، باب جعلت لی الارض مسجدا وطہورا

[24]۔ سورۃ الانفال:30

[25]۔ عمدۃ البیان، ج2، ص600

[26]۔ الجامع الصحیح البخاری، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج1، ص5۔

[27]۔ سورۃ الحجر:6

[28]۔ عمدۃ البیان، ج3، ص493

[29]۔ سورۃ ص:4

[30]۔ عمدۃ البیان، ج5، ص513

[31]سورۃ القلم:51

[32]۔ عمدۃ البیان، ج7، ص185

[33]۔ عمدۃ البیان، ج1، ص82

[34]۔ صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الاحد، ج1، ص321